© rasailojaraid.com

محمد اورنگ زیب اعوان

مولانا اللہ وسایا قاسم رحمتہ اللہ علیہ

مولانا اللہ وسایا قاسم' کالعدم حرکت المجاہدین کے بانی رہنماؤں میں سے تھے۔ افغان جہاد شروع ہوتے ہی تحریک جہاد سے وابستہ ہو گئے۔ افغانستان تا جکستان کے محاذ پر داد شجاعت دیتے رہے۔ حرکت المجاہدین کے نام سے جہادی جماعت کا اعلان ہوا تو اس میں بھی کلیدی کردار مولانا قاسم ہی کا تھا۔ وہ اکثر کہا کرتے کہ حرکت المجاہدین نے مجھے نہیں بلکہ میں نے حرکت المجاہدین کو متعارف کرایا ہے۔ اپنا خون جگر دے کر میں نے اس کی آبیاری کی اور اب جبکہ یہ ایک تناور درخت بن گیا ہے' میں اس کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ چنانچہ اسی تنظیم میں رہتے ہوئے' اپنی جان' جان آفریں کے سپرد کر دی۔ پاکستان کے تمام چھوٹے بڑے اخبارات اور رسائل و جرائد کے ذمہ داران سے ان کے ذاتی مراسم تھے اور ان روابط و مراسم کو کبھی بھی انہوں نے اپنے ذاتی مفادات کے لیے نہیں بلکہ تحریک جہاد کے فروغ کے لیے ہی استعمال کیا۔

افغانستان میں طالبان دور حکومت سے پہلے بھی اور پھر طالبان کے دور حکومت میں بھی بہت سے پاکستانی صحافیوں کو بھی انفرادی اور اجتماعی طور پر بارہا افغانستان لے کر گئے اور وہاں کی بڑی بڑی شخصیات اور نامور مجاہدین کے انٹرویوز کرائے مگر اخلاص کا یہ حال تھا کہ اپنے نام کی کبھی بھی تشہیر نہ کرائی۔ روزنامہ ''اوصاف'' اسلام آباد کے سابق ایڈیٹر محترم حامد میر بھی شاید اس حقیقت سے انکار نہ کریں کہ جاوید جمال ڈسکوی مرحوم کے بعد علماء دیوبند، جہادی جماعتوں اور کئی عرب مجاہدین سے ان کے تعارف کی وجہ مولانا اللہ وسایا قاسم ہی بنے۔ اس حوالہ سے بعض حقائق کا اعتراف تو وہ مولانا اللہ وسایا قاسم کی کتاب ''تحفۂ جہاد'' کی تقریظ میں بھی کر چکے ہیں۔

امریکہ کی اسلام اور مسلم کش پالیسیوں کے خلاف ''تحفظ حرمین محاذ'' ان ہی کا کارنامہ تھا' جس نے پاکستانی عوام میں امریکہ دشمنی کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ ساری ساری رات جاگ کر' مولانا اللہ وسایا قاسم اس حوالہ سے کام کرتے ہیں' لٹریچر اور اسٹکرز کی تیاری، پھر ان کو پورے ملک میں پہنچانے کا انتظام، اس حوالہ سے بڑے بڑے شہروں میں سیمینارز کا انعقاد...... یہ مولانا قاسمؒ کی زندگی کا وہ سنہری باب ہے' جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا اللہ وسایا قاسم نے ہمیشہ سادہ زندگی گزاری۔ یہ عظیم مجاہد اکثر پھٹے پرانے سلیپر پہنتا۔ کوئی تکلّف اور تصنّع نہیں تھا۔ خود ہمیشہ پیچھے رہ کر دوسروں کو آگے کرنا...... کارکنوں کی حوصلہ افزائی کرنا اُن کا وطیرہ تھا۔ پاکستان اور آزاد کشمیر کا کون سا گاؤں اور شہر ہے جہاں مولانا قاسمؒ دعوت جہاد کے لیے نہیں گئے اور کس شہر میں ان کے دوستوں کا حلقہ نہیں ہے؟ ان کی عظیم جہادی دعوتی خدمات کا تذکرہ چند صفحات میں کیسے آ سکتا ہے۔ اس کے لیے تو ایک کتاب چاہیے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہانیاں منڈی (ضلع خانیوال) کے ایک غریب باپ کا بیٹا' جامعہ مخزن العلوم خان پور میں حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتا ہے اور پھر اپنے استاد کی نگاہ میں اتنا جچ جاتا ہے کہ حضرت درخواستی اپنے اسفار میں اسے ساتھ رکھتے ہیں اور اکثر تہجد کے وقت اٹھا کر کہتے: ''مولوی اللہ وسایا! اٹھو اور تقریر سناؤ.....'' یہ نوجوان تقریر سناتا۔ حضرت پر رقت طاری ہو جاتی۔ کبھی آہیں نکلتیں اور کبھی داد وتحسین کے جملے زبان مبارک پر ہوتے۔ کبھی اس کے ہر ہر جملے پر سبحان اللہ، سبحان اللہ کے پھول برساتے۔ شیخ درخواستیؒ ہی کی نیم شبانہ دعاؤں اور تربیت کا ثمرہ تھا کہ غریب باپ کا ہونہار بیٹا پورے ملک میں عظیم جہادی رہنما کی حیثیت سے متعارف ہوا۔ مولانا اللہ وسایا قاسم دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد شیخ درخواستیؒ ہی کے حکم پر سب سے پہلے جمعیت علماء اسلام میں شامل ہوئے۔ ہفت روزہ ''ترجمان اسلام'' میں کافی عرصہ تک کام کیا..... ۱۹۸۵ء میں جہادی زندگی کا آغاز ہوا۔ ان کی شب وروز اخلاص پر مبنی جدوجہد کی برکت کہ مرکزی قائدین نے دو برس قبل ان کی سعودی عرب تشکیل کردی۔ حیات مستعار کے آخری دو برس انہوں نے سرزمین حجاز میں گزارے۔ دعوت جہاد کے فروغ کے ساتھ ساتھ حج اور عمروں کی سعادت بھی حاصل ہوئی اور پھر دنیا کی معصیتوں سے پاک وصاف کر کے اللہ کریم نے انہیں اپنے پاس بلالیا اور یوں تھکا ماندہ یہ عظیم مجاہد اعلیٰ علیین میں پہنچ گیا۔

مولانا اللہ وسایا قاسم سے میری پہلی ملاقات ۱۹۹۰ء کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر (سابق ربوہ) میں ہوئی تھی۔ بعد ازاں ۱۹۹۴ء میں جب میری تعیناتی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد میں بطور ''مبلغ'' ہوئی تو مولانا قاسمؔ سے ملاقاتوں کا سلسلہ چل نکلا۔ کبھی وہ دفتر تشریف لے آتے، کبھی میں ان کے دفتر چلا جاتا۔ کئی پروگراموں میں اکٹھے شرکت کا موقع ملا۔ ہمیشہ انہوں نے میری حوصلہ افزائی کی...... جہاں اصلاح کی ضرورت ہوتی، وہاں اصلاح بھی کرتے...... کسی بڑی غلطی پر ناراض بھی ہوتے اور غصہ بھی کرتے...... مگر یہ سب کچھ میری اصلاح کے لیے ہوتا تھا۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس اسلام آباد، گوجر خان، پنڈ دادنخان (ضلع جہلم) کے موقع پر بارہا دور دراز کا سفر کر کے پہنچے اور میری حوصلہ افزائی کی۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وہ دوستوں کے دوست اور یاروں کے یار تھے۔ اکثر کہتے: ''ہم تو دھڑے کے لوگ ہیں۔ ہم میں اجتماعیت ہے 'انفرادیت نہیں۔ ہم تو تنہا پرواز کے قائل ہی نہیں ہیں۔'' کسی سے تعلقات بنانا اور پھر انہیں آخر وقت تک نبھانا انہوں نے اپنے استاد محترم مولانا زاہد الراشدی سے سیکھا تھا اور اکثر اس کا اعتراف بھی کرتے تھے۔ میری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ملازمت چھوٹنے کے بعد ان کا بہت زیادہ اصرار تھا کہ ہمارے ساتھ حرکت الجاہدین میں عملی طور پر شامل ہو جاؤ اور ''صدائے مجاہد'' میں کام کرو...... میرے حوالہ سے بہت فکر مند رہتے تھے۔ کئی دفعہ ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ، سید محمد کفیل بخاری اور برادرم عبداللطیف خالد چیمہ کو کہا کہ آپ اسے مجلس احرار اسلام میں لے لیں...... مگر میرے اپنے مسائل اور مجبوریاں تھیں۔ پھر خود ہی روزنامہ ''اوصاف'' کے سابق ایڈیٹر محترم حامد میر سے بات کی اور مجھے فون کر کے بتایا کہ فوراً اسلام آباد پہنچو...... انہی کے پیہم اصرار پر میں نے وادی صحافت میں قدم رکھا...... بعد ازاں میرے ''اوصاف'' چھوڑنے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''مشرق'' میں جانے پر بہت زیادہ ناراض تھے......اخبارات میں اکابر علماء دیو بند کے حوالہ سے مضامین اورخصوصی اشاعتوں کا اہتمام کرانا ان کا مشن تھا......مولانا عبدالمجید ندیم سمیت کئی ایک اکابر کو خود اخبارات کے دفاتر لے کر جاتے اوران کے انٹرویوز کراتے ۔امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے انہیں والہانہ عقیدت تھی۔۱۹۹۶ء میں پریس کلب راولپنڈی میں امیر شریعت سیمینار تھا۔مولانا قاسم اس پروگرام سے دودن پہلے ٹریفک حادثے میں شدید زخمی ہوئے تھے۔مگر اسی حالت میں تشریف لائے اور خطاب کیا۔ان کے اس پروگرام کی تصویر آج بھی میرے پاس محفوظ ہے جو کہ مجھے نواسہ امیر شریعت مخدوم زادہ سید محمد کفیل بخاری نے دی تھی۔

گزشتہ برس سعودیہ سے واپسی پر برادرم قاضی عبدالباقی کے ہمراہ ہری پور تشریف لائے ۔اگلے روز گوجرانوالہ کا سفر کرنا تھا مگر تمام رات ہمارے ساتھ جاگ کر گزاری اور اپنے سفر حجاز کی روداد سناتے رہے ۔صبح واپس جانے لگے تو میری والدہ صاحبہ کے لیے سعودیہ سے لائی ہوئی بڑی خوبصورت تسبیح دی' جو ان کی یادگار کے طور پر محفوظ رہے گی اور ہمیشہ ہمیں ان کی یاددلاتی رہے گی......اپنی کتاب ''تحفۂ جہاد'' کے ابتدائیہ میں بڑے اچھے انداز میں میرا تذکرہ بھی کیا جو محض ان کی کرم نوازی ہے ورنہ ''من آنم کہ من دانم''

اسلام آباد میں مولانا محمد شریف ہزاروی کے گھر ان کی دعوت تھی اور یہی دعوت ہماری آخری ملاقات ثابت ہوئی ۔کھانے سے فارغ ہونے پر مولانا اللہ وسایا قاسم دفتر ختم نبوت گئے ۔قاضی احسان احمد سے ملاقات نہ ہوسکی۔آبپارہ مارکیٹ میں ملک شیک پیا۔آزاد کشمیر کے اپنے ایک دوست کو فون کیا ۔وہاں سے آگے چلے تو میں ''زیرو پوائنٹ'' سٹاپ پر اتر گیا۔مولانا قاسم اپنے دفتر چلے گئے اور میں روزنامہ ''اساس'' کے دفتر روانہ ہوگیا۔یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی ۔کچھ دنوں بعد وہ پھر سعودیہ چلے گئے اور میں پشاور آ گیا۔

گزشتہ دنوں اپنی ہمشیر کی شادی کے سلسلے میں پاکستان آئے تو پشاور کا میرا رابطہ نمبر ان کے پاس نہیں تھا۔اس لیے ان سے ملاقات نہ ہوسکی اور مولانا مجھ سے ملے بغیر ہی سفر آخرت پر روانہ ہوگئے ۔مجھ سمیت اپنے سینکڑوں محبین کو رونے کے لیے پیچھے چھوڑ گئے ۔حقیقت تو یہ ہے کہ 'مرنے والے تجھے روئے گا زمانہ برسوں' اب تو دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے حسنات اور قربانیوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں ۔ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائیں اور جنت الفردوس میں انہیں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے ۔آمین

مولانا ابوالکلام آزاد رحمتہ اللہ علیہ کی وفات پر آغا شورش کاشمیریؒ نے ۱۹۵۸ء میں درج ذیل اشعار کہے تھے۔آج مولانا قاسم کی اچانک وفات پر میرے اوران کے تمام دوستوں کے حسب حال ہیں۔

عجب قیامت کا حادثہ ہے اشک ہیں آستیں نہیں ہے — زمین کی رونق چلی گئی ہے افق پہ مہر مبیں نہیں ہے

تیری جدائی میں' مرنے والے! کون ہے جو حزیں نہیں ہے — مگر تری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

© rasailojaraid.com